

Dawn Opinion With Urdu Translation 26 August 2025

Climate priorities

Arifa Noor

The writer is a journalist.

THE monsoons came earlier this year. But they were not unexpected.

The very people who had been warning us of a terrible summer with its punishing heat had also cautioned that the rains would come early and would come down hard. And yet, the country continued to be distracted by the usual business of politics.

It is no wonder then that the ferocity of the rains took most of us by surprise in the mountains, in the plains and in the cities — both those we claim are well run and those where the governance crisis is so severe that we discuss it ad infinitum.

Partisan views aside, there is little evidence anywhere of any of the governments — provincial or federal — being prepared to deal with the rage of climate change. In fact, in most places, when nature spins out of control, it is helped in its destruction by the mistakes of governance.

The mistakes have not been addressed even though it has been three years since the super floods of 2022. The havoc that the deluge caused should have convinced us to change our errant ways. But it seems that it has not.

The rains, their pattern, the rising temperatures, even the pollution in winters

آب و ہوا کی ترجیحات

عارفہ نور

مصنف صحافی ہیں۔

مانسون اس سال کے شروع میں آیا تھا۔ لیکن وہ غیر متوقع نہیں تھے۔

وہی لوگ جو ہمیں اس کی عذاب دینے والی گرمی کے ساتھ ایک خوفناک گرمی سے خبردار کر رہے تھے، انہوں نے بھی خبردار کیا تھا کہ بارشیں جلد شروع ہوں گی اور سخت نیچے آئیں گی۔ اور اس کے باوجود ملک سیاست کے معمول کے کاروبار سے الجھتا رہا

پھر یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے کہ بارشوں کی شدت نے پہاڑوں، میدانی علاقوں اور شہروں میں ہم میں سے بیشتر کو حیرت میں ڈال دیا۔ دونوں جن کے بارے میں ہم دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ اچھی طرح سے چل رہے ہیں اور جہاں حکمرانی کا بحران اتنا شدید ہے کہ ہم اس پر لامحدود بحث کرتے ہیں۔

متعصبانہ خیالات کو ایک طرف رکھتے ہوئے، کہیں بھی اس بات کا بہت کم ثبوت ہے کہ کسی بھی حکومت - صوبائی یا وفاقی - موسمیاتی تبدیلی کے غصے سے نمٹنے کے لیے تیار ہے۔ درحقیقت، اکثر جگہوں پر، جب فطرت قابو سے باہر ہو جاتی ہے، تو حکمرانی کی غلطیوں سے اس کی تباہی میں مدد ملتی ہے۔

غلطیوں کا ازالہ نہیں کیا گیا حالانکہ 2022 کے سپر فلڈ کو تین سال گزر چکے ہیں۔ لیکن ایسا لگتا ہے کہ ایسا نہیں ہوا ہے۔

بارشیں، ان کا نمونہ، بڑھتا ہوا درجہ حرارت، یہاں تک کہ سردیوں میں آلودگی - ہر کوئی کتنی بار ان کے بارے میں خبردار کرتا رہا ہے اور ان میں سے کچھ

— how often has everyone been warning about them and about what some of these factors mean for our mountains and glaciers? But governments are said to have encouraged or turned a blind eye to those wielding the axe. According to those who keep an eye on the issue, the rate of deforestation has a direct link with the damage caused in the northern parts of the country.

The mistakes have not been addressed even three years after the super floods of 2022.

Even after the devastation, there is not much discussion of what needs to change. Judging from the actions of those in power to most of the reporting on the issue, there is little effort to understand what has happened. Had it not been for the footage on social media, I doubt most of us would even know about the level of destruction.

Indeed, our reporting and the ensuing discussion are about some missing technology — the early warning system — which got stuck in bureaucratic red tape. That is a story which appeals to us far more than the cutting down of trees in the north.

But I would be wrong to say that this is the only preferred topic. Encroachments are another favourite subject. The encroachments on riverbeds have been a recurring theme since the 2010 floods but neither the people, who have to pay to reconstruct the 'encroachments' again and again, or the government, which has to help the people pick up the pieces, makes any difference to the policies or administrations

عوامل ہمارے پہاڑوں اور گلڈیشیزز کے لیے کیا معنی رکھتے ہیں؟ لیکن کہا جاتا ہے کہ حکومتوں نے کھارڑی چلانے والوں کی حوصلہ افزائی کی ہے یا ان سے آنکھیں چرائی ہیں۔ اس معاملے پر نظر رکھنے والوں کے مطابق جنگلات کی کٹائی کی شرح کا ملک کے شمالی حصوں میں ہونے والے نقصان سے براہ راست تعلق ہے۔

2022 کے سپر فلڈ کے تین سال بعد بھی غلطیوں کا ازالہ نہیں کیا گیا۔

تباہی کے بعد بھی اس بات پر زیادہ بحث نہیں ہوتی کہ کیا تبدیلی کی ضرورت ہے۔ اقتدار میں رہنے والوں کے اقدامات سے لے کر اس معاملے پر زیادہ تر رپورٹنگ تک، یہ سمجھنے کی بہت کم کوشش کی جاتی ہے کہ کیا ہوا ہے۔ اگر سوشل میڈیا پر فوٹیج نہ ہوتی تو مجھے شک ہے کہ ہم میں سے اکثر کو تباہی کی سطح کے بارے میں بھی معلوم ہوتا۔

درحقیقت، ہماری رپورٹنگ اور آنے والی بحث کچھ گمشدہ ٹیکنالوجی کے بارے میں ہے۔ ابتدائی وارننگ سسٹم۔ جو ہیڈروکریٹک ریڈ ٹیپ میں پھنس گیا تھا۔ یہ ایک ایسی کہانی ہے جو ہمیں شمال میں درختوں کی کٹائی سے کہیں زیادہ متاثر کرتی ہے۔

لیکن میں یہ کہنا غلط ہو گا کہ یہ واحد ترجیحی موضوع ہے۔ تجاوزات ایک اور پسندیدہ موضوع ہے۔ دریا کے کنارے پر تجاوزات 2010 کے سیلاب کے بعد سے ایک بار بار چلنے والا موضوع رہا ہے لیکن نہ تو لوگوں کو، جنہیں بار بار 'تجاوزات' کی تعمیر نو کے لیے ادائیگی کرنی پڑتی ہے، یا حکومت، جسے لوگوں کو ٹکڑے اٹھانے میں مدد کرنی پڑتی ہے، ان پالیسیوں یا انتظامیہ سے کوئی فرق نہیں پڑتا جو اس کی اجازت دیتی ہیں۔ لگے سیلاب آئیں، اور دریا کے کنارے ہوٹل اب بھی موجود ہوں گے۔

that allow this. Come the next floods, and the hotels by the river will still be there.

Sadly, despite this scenario, prime ministers and chief ministers will only talk about this. Shehbaz Sharif, who mentioned it during his trip to the affected areas up north recently, is no different.

If I make a guess, then encroachments and their removal tend to be a comfortable subject for most of our ruling elite, regardless of party or province. It is somehow linked with their idea of good governance — for instance, bigger, wider roads for cars or the space to build automobiles, as well as their discomfort perhaps with shabby buildings or carts owned by the poor. And because it is easy to implement their words in the case of poor segments, it's a comforting promise to make.

The idea or notion of encroachments is complex and can also refer to the overreach of the rich, which is easily ignored. Rarely do we refer to the upmarket housing societies built on prime agricultural land as encroachments, or even to expensive homes whose construction involves covering water channels or altering the level of the riverbed.

Indeed, nearly every year, Islamabad is witness to chaos as rainwater makes its way through land where its path has been blocked or narrowed. And yet, the conversation about encroachments for us begins and ends with images of a shoddy hotel falling into a river in the north of the country. Or the cart of the poor person or the shantytowns where

افسوس کی بات ہے کہ اس منظر نامے کے باوجود وزیراعظم اور وزرائے اعلیٰ صرف اس پر بات کریں گے۔ شہباز شریف، جنہوں نے حال ہی میں شمال میں متاثرہ علاقوں کے دورے کے دوران اس کا ذکر کیا، وہ بھی اس سے مختلف نہیں۔

اگر میں اندازہ لگاتا ہوں، تو تجاوزات اور ان کا خاتمہ ہماری حکمران اشرافیہ کے بیشتر افراد کے لیے ایک آرام دہ موضوع ہے، چاہے وہ کسی بھی جماعت یا صوبے سے ہو۔ یہ کسی نہ کسی طرح ان کے گڈ گورننس کے خیال سے جڑا ہوا ہے۔ مثال کے طور پر، کاروں کے لیے بڑی، چوڑی سڑکیں یا گاڑیاں بنانے کے لیے جگہ، اور ساتھ ہی ان کی تکلیف شاید غریبوں کی ملکیت میں بنی ہوئی عمارتوں یا گاڑیوں سے۔ اور چونکہ غریب طبقات کے معاملے میں ان کے الفاظ پر عمل درآمد کرنا آسان ہے، اس لیے یہ ایک تسلی بخش وعدہ ہے۔

تجاوزات کا خیال یا تصور پیچیدہ ہے اور یہ امیروں کی حد سے تجاوز کا حوالہ بھی دے سکتا ہے، جسے آسانی سے نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ شاذ و نادر ہی ہم زرعی زمین پر تعمیر کی گئی اعلیٰ ترین ہاؤسنگ سوسائٹیوں کو تجاوزات کے طور پر، یا یہاں تک کہ مہنگے گھروں کا حوالہ دیتے ہیں جن کی تعمیر میں وائر چینلز کو ڈھانپنا یا دریا کے کنارے کی سطح کو تبدیل کرنا شامل ہے۔

درحقیقت، تقریباً ہر سال، اسلام آباد افراتفری کا گواہ ہوتا ہے کیونکہ بارش کا پانی زمین سے گزرتا ہے جہاں اس کا راستہ روکا یا تنگ کیا گیا ہے۔ اور پھر بھی، ہمارے لیے تجاوزات کے بارے میں بات چیت شروع ہوتی ہے اور اس کا اختتام ملک کے شمال میں ایک دریا میں گرنے والے ناقص ہوٹل کی تصاویر پر ہوتا ہے۔ یا غریب شخص کی گاڑی یا جھونپڑی کے قصبے جہاں

migrants live. But be it the environment or security, only some of these 'encroachments' are tackled.

All of this happens because none of us want to accept that a large part of this environmental disaster is caused by our development model — be it in the cities or the mountains.

A development model which thinks construction is progress — be it the hotels in the north or big interchanges, wide roads in the middle of cities or sprawling housing societies on their outskirts. Indeed, other than Karachi, no city in Pakistan is trying to encourage vertical growth; it's far easier to allow property developers to cut down trees, take over agricultural land and build housing societies on it.

Of course, all of this is connected to Pakistan's population explosion. And this is a topic that we just can't be bothered to discuss — ever.

All of this ronadhona (and it is little else than lamenting) might sound familiar to regular readers (if there are any) of this space. But it is hard to avoid this as the environmental crisis grows with every passing season and every passing year. In the meantime, it appears hopeful that unlike three years ago, the entire focus of our ruling elite is not to speak of climate justice and ask the world for money to fix this.

Though only time will tell if this relative silence means they are ready to take some

تارکین وطن رہتے ہیں۔ لیکن ماحول ہو یا سیکورٹی، ان میں سے صرف کچھ 'تجاوزات' سے نمٹا جاتا ہے۔

یہ سب کچھ اس لیے ہوتا ہے کہ ہم میں سے کوئی بھی اس بات کو قبول نہیں کرنا چاہتا کہ اس ماحولیاتی تباہی کا ایک بڑا حصہ ہمارے ترقیاتی ماڈل کی وجہ سے ہے۔ چاہے وہ شہروں میں ہو یا پہاڑوں میں۔

ایک ترقیاتی ماڈل جو سمجھتا ہے کہ تعمیر ترقی ہے۔ چاہے وہ شمال میں ہوٹل ہوں یا بڑے انٹرچینجز، شہروں کے بچوں پچ چوڑی سڑکیں ہوں یا ان کے مضافات میں وسیع و عریض ہاؤسنگ سوسائٹیز ہوں۔ درحقیقت، کراچی کے علاوہ، پاکستان کا کوئی بھی شہر عمودی ترقی کی حوصلہ افزائی کرنے کی کوشش نہیں کر رہا ہے۔ پراپرٹی ڈویلپرز کو درخت کاٹنے، زرعی زمین پر قبضہ کرنے اور اس پر ہاؤسنگ سوسائٹیاں بنانے کی اجازت دینا کہیں زیادہ آسان ہے۔

یقیناً یہ سب پاکستان کی آبادی کے دھماکے سے جڑا ہوا ہے۔ اور یہ ایک ایسا موضوع ہے جس پر ہم کبھی بھی بحث کرنے کی زحمت گوارا نہیں کر سکتے۔

یہ تمام رونادھونا (اور یہ نوحہ کرنے کے علاوہ کچھ اور نہیں ہے) اس جگہ کے باقاعدہ قارئین (اگر کوئی ہے) کو واقف لگ سکتا ہے۔ لیکن اس سے بچنا مشکل ہے کیونکہ ماحولیاتی بحران ہر گزرتے موسم اور ہر گزرتے سال کے ساتھ بڑھتا جا رہا ہے۔ اس دوران، یہ پُر امید دکھائی دیتا ہے کہ تین سال پہلے کے برعکس، ہماری حکمران اشرافیہ کی پوری توجہ موسمیاتی انصاف کی بات کرنے اور اسے ٹھیک کرنے کے لیے دنیا سے پیسے مانگنے پر نہیں ہے۔

اگرچہ صرف وقت ہی بتائے گا کہ آیا اس نسبتاً خاموشی کا مطلب ہے کہ وہ کچھ ذمہ داری لینے کے لیے تیار ہیں یا نہیں — ذمہ داری جو معاوضے کے اعلان اور پھر اسے کسی حد تک فراہم کرنے سے آگے بڑھ جاتی ہے۔

responsibility or not — responsibility which moves beyond announcing compensation and then providing it to some extent.

The writer is a journalist.

Published in Dawn, August 26th, 2025

Like a fearless Rachel Corrie

Jawed Naqvi

The writer is Dawn's correspondent in Delhi.

FOUR Al Jazeera journalists, including globally admired correspondent Anas al-Sharif, were killed in Gaza in an Israeli air strike on Aug 10.

Seeking to muffle the outrage, Israel sought to justify the targeted killing by claiming ingeniously that the murdered men were ' Hamas terrorists '. Solid evidence shows up the lie.

A tweet by Priyanka Gandhi the following day berated the Modi government's silence on the wider genocide of Palestinians underway with impunity in Gaza. "The Israeli state is committing genocide," Gandhi declared amidst a sea of silence.

"It has murdered over 60,000 people, 18,430 of whom were children. It has starved hundreds to death including many children and is threatening to starve millions. Enabling these crimes by silence and inaction is a crime in itself. It is shameful that the Indian government stands silent as Israel unleashes this devastation on the people of Palestine." Nehru would be pleased with his great-granddaughter's sagacity and sense of

ایک نڈر راہیل کوری کی طرح

جاوید نقوی

مصنف دہلی میں ڈان کے نامہ نگار ہیں۔

10 اگست کو غزہ میں اسرائیلی فضائی حملے میں البحریرہ کے چار صحافی، جن میں عالمی سطح پر قابل تعریف نامہ نگار انس الشریف بھی شامل تھے۔

غصے کو کم کرنے کی کوشش میں، اسرائیل نے ٹارگٹ کلنگ کا جواز فراہم کرنے کی کوشش کی اور یہ دعویٰ کیا کہ قتل ہونے والے افراد حماس کے دہشت گرد تھے۔ ٹھوس ثبوت جھوٹ کو ظاہر کرتے ہیں۔

لگے دن پرینکا گاندھی کے ایک ٹویٹ نے غزہ میں معافی کے ساتھ جاری فلسطینیوں کی وسیع تر نسل کشی پر مودی حکومت کی خاموشی کی مذمت کی۔ "اسرائیلی ریاست نسل کشی کر رہی ہے،" گاندھی نے خاموشی کے سمندر کے درمیان اعلان کیا۔

"اس نے 60,000 سے زیادہ افراد کو قتل کیا ہے جن میں سے 18,430 بچے تھے۔ اس نے کئی بچوں سمیت سیکڑوں کو بھوک سے موت کے گھاٹ اتار دیا ہے اور لاکھوں لوگوں کو بھوک سے مرنے کا خطرہ ہے۔ خاموشی اور بے عملی سے ان جرائم کو انجام دینا اپنے آپ میں ایک جرم ہے۔ یہ شرمناک ہے کہ ہندوستانی حکومت خاموش ہے جب کہ اسرائیل فلسطین کے لوگوں پر یہ تباہی پھیلا رہا ہے۔" نہرو اپنی پوتی کی سمجھداری اور دوستی کے احساس سے خوش ہوں گے جسے انہوں نے نئے ہندوستان کے لیے ادارہ بنایا تھا۔

camaraderie that he had institutionalised for new India.

Israel's ambassador responded impertinently to Gandhi's Nehruvian anger. Emboldened by his complicit right-wing Indian hosts, Ambassador Reuven Azar sneered at Priyanka as Hindutva groups applauded him. "What is shameful is your deceit," the ambassador railed before proceeding with his troll. "Israel killed 25,000 Hamas terrorists. The terrible cost in human lives derives from Hamas's heinous tactics of hiding behind civilians, their shooting of people trying to evacuate or receive assistance and their rocket fire."

Cut to Rachel Corrie who was seven years younger than Priyanka Gandhi when she died a valiant death at the young age of 24. Early in her short life, the American non-violent activist had become a member of the pro-Palestinian International Solidarity Movement, working in the Israeli-occupied Palestinian territories.

On March 16, 2003, she was in Rafah, once a bustling city in the Gaza Strip, where the Israeli military was demolishing Palestinian houses during the Second Intifada. While protesting the demolitions as they were being carried out, Corrie was killed by an Israeli armoured bulldozer that crushed her. Israel said the driver couldn't see her, which was not true.

Handy lessons can be gleaned from Corrie's murder, both by Priyanka Gandhi and every foreign supporter of the Palestinian struggle.

اسرائیل کے سفیر نے گاندھی کے نہروئی غصے کا بے جا جواب دیا۔ اپنے دائیں بازو کے ہندوستانی میزبانوں سے حوصلہ افزائی کرتے ہوئے، سفیر رابین آزر نے پریانکا پر طنز کیا جب ہندوتوا گروپوں نے ان کی تعریف کی۔ "کیا شرمناک بات ہے آپ کا دھوکہ،" سفیر نے اپنے ٹرول کے ساتھ آگے بڑھنے سے پہلے دیل کیا۔ "اسرائیل نے حماس کے 25,000 دہشت گردوں کو مار ڈالا۔ انسانی جانوں کی خوفناک قیمت حماس کے شہریوں کے پیچھے چھپنے کے گھناؤنے ہتھکنڈوں، ان کی جانب سے لوگوں کو نکالنے یا مدد حاصل کرنے کی کوشش کرنے والوں پر گولی چلانے اور ان کے راکٹ فائر سے حاصل ہوتی ہے۔"

کٹ ٹو ریچل کوری جو پریانکا گاندھی سے سات سال چھوٹی تھیں جب وہ 24 سال کی کم عمری میں ایک بہادری سے انتقال کر گئیں۔ اپنی مختصر زندگی کے اوائل میں، امریکی عدم تشدد کی سرگرم کارکن فلسطین کی حامی بین الاقوامی یکجہتی تحریک کی رکن بن گئی تھی، جو اسرائیل کے زیر قبضہ فلسطینی علاقوں میں کام کر رہی تھی۔

16 مارچ 2003 کو، وہ رفح میں تھیں، جو کبھی غزہ کی پٹی کا ایک ہلچل والا شہر تھا، جہاں دوسری انتفاضہ کے دوران اسرائیلی فوج فلسطینیوں کے مکانات کو مسمار کر رہی تھی۔ انہدام کے خلاف احتجاج کرتے ہوئے، کوری کو اسرائیلی بکتر بند بلڈوزر نے کچل کر ہلاک کر دیا۔ اسرائیل نے کہا کہ ڈرائیور اسے نہیں دیکھ سکتا، جو درست نہیں تھا۔

کوری کے قتل سے پریانکا گاندھی اور فلسطینی جدوجہد کے ہر غیر ملکی حامی دونوں کے ذریعہ آسان سبق حاصل کیا جاسکتا ہے۔

Handy lessons can be gleaned from Corrie's cynical murder, both by Priyanka Gandhi and every foreign supporter of the Palestinian struggle. They are putting their careers and even lives on the line in taking on Israel's wild and unchained Zionist regime. Crucially, Corrie's death by a bulldozer at Rafah reveals that the destruction of Palestinian homes and attempted erasure of their cultural motifs were a perennial and unending process for Zionist occupation, quite unrelated to the events of Oct 7, 2023.

Moreover, Zionism, the nefarious doctrine that created and continues to drive Israel as a usurper of a peaceful people's rights, is as distinct from Judaism as Hindutva is from Hinduism or extreme Muslim ideologies from Islam. Right-wing Christian evangelists in America complete the current religious trio shoring up Zionism. Hindutva in India, Muslim extremists in Syria, and right-wing evangelical Christians in the US have emerged as major props for Zionism. Opposing it has never been easy.

That's the risk John F. Kennedy took when he vehemently slammed Israel's illegitimate assembling of its nuclear arsenal. Grudgingly released documents showed how Kennedy demanded that Israel shut down its nuclear weapons programme and open up its laboratories for transparent inspection.

The demand it turns out, was resented by powerful CIA operatives with links to Israel. JFK's brother Robert Kennedy as US attorney general had asked AIPAC, the Israeli lobbying group, to register as all other such firms did.

کوری کے مذموم قتل سے پرینکا گاندھی اور فلسطینی جدوجہد کے ہر غیر ملکی حامی دونوں کے ذریعہ آسان سبق حاصل کیا جاسکتا ہے۔ وہ اسرائیل کی جنگی اور بے چین صہیونی حکومت کا مقابلہ کرنے کے لیے اپنے کیریئر اور یہاں تک کہ زندگی کو داؤ پر لگا رہے ہیں۔ اہم بات یہ ہے کہ رخ میں بلڈوزر کے ذریعے کوری کی موت سے پتہ چلتا ہے کہ فلسطینیوں کے گھروں کی تباہی اور ان کے ثقافتی نقشوں کو مٹانے کی کوشش صہیونی قبضے کے لیے ایک بارہما سی اور نہ ختم ہونے والا عمل تھا، جس کا 7 اکتوبر 2023 کے واقعات سے قطعی تعلق نہیں تھا۔

مزید برآں، صہیونیت، وہ مذموم نظریہ جس نے اسرائیل کو ایک پرامن لوگوں کے حقوق غصب کرنے والے کے طور پر بنایا اور چلانا جاری رکھا، یہ یہودیہ سے اتنا ہی الگ ہے جتنا کہ ہندوتوا ہندو مت یا اسلام سے انتہائی مسلم نظریات سے ہے۔ امریکہ میں دائیں بازو کے عیسائی مبشر صہیونیت کو آگے بڑھاتے ہوئے موجودہ مذہبی تینوں کو مکمل کرتے ہیں۔ ہندوستان میں ہندوتوا، شام میں مسلم انتہا پسند، اور امریکہ میں دائیں بازو کے انجیلی بشارت کے عیسائی صہیونیت کے لیے بڑے مددگار بن کر ابھرے ہیں۔ اس کی مخالفت کرنا کبھی بھی آسان نہیں رہا۔

یہی وہ خطرہ ہے جو جان ایف کینیڈی نے اٹھایا جب اس نے اسرائیل کے جوہری ہتھیاروں کے غیر قانونی جمع ہونے پر سخت تنقید کی۔ بے دردی سے جاری کردہ دستاویزات سے پتہ چلتا ہے کہ کس طرح کینیڈی نے مطالبہ کیا کہ اسرائیل اپنے جوہری ہتھیاروں کے پروگرام کو بند کر دے اور شفاف معائنے کے لیے اپنی لیبارٹریز کھولے۔

یہ جو مطالبہ سامنے آیا، اس پر اسرائیل سے روابط رکھنے والے طاقتور سی آئی اے کے کارندوں نے ناراضگی ظاہر کی۔ جے ایف کے کے بھائی رابرٹ کینیڈی نے بطور امریکی انٹارنی جنرل اسرائیلی لابیگروپ AIPAC سے

As presidential candidate in 1968, he called for the Israeli government to register under the Foreign Agents Registration Act (FARA).

Bobby Kennedy asserted that the Israeli government was essentially engaged in lobbying and should, therefore, comply with the same foreign lobbying regulations as other foreign entities, including registering and disclosing their activities under FARA.

Both brothers were assassinated while every academic and investigative bid to link the assassinations with the growing power of the Zionist lobby in the US is predictably undermined as a conspiracy theory, a convenient term to shut down even a line of thinking that questions given narratives. That Israel spied on the US and at least on one occasion attacked a US spy ship in the Mediterranean during the 1967 Arab-Israeli war, killing dozens of US troops, is mostly airbrushed from public discourse.

President Kennedy attracted Israeli suspicion for even more reasons. One such was the unprecedented aplomb and ceremony with which he had received free Algeria's socialist president Ahmed Ben Bella to the White House.

The welcome was repeated when Kennedy went up the plane's ladder to receive socialist Indian leader Jawaharlal Nehru. He then launched his campaign for global peace that induced a memorable visit to Washington, D.C. by Soviet leader Nikita Khrushchev. It was considered a provocative move by the

کہا تھا کہ وہ اس طرح کی دیگر تمام فرموں کی طرح رجسٹر ہوں۔ 1968 میں صدارتی امیدوار کے طور پر، انہوں نے اسرائیلی حکومت سے فارن ایجنٹس رجسٹریشن ایکٹ (ایف اے آر اے) کے تحت اندراج کرنے کا مطالبہ کیا۔

ہوئی کینیڈی نے زور دے کر کہا کہ اسرائیلی حکومت بنیادی طور پر لابیگ میں مصروف ہے اور اس لیے اسے دیگر غیر ملکی اداروں کی طرح غیر ملکی لابیگ کے ضوابط کی تعمیل کرنی چاہیے، بشمول ایف اے آر اے کے تحت اپنی سرگرمیوں کو رجسٹر کرنا اور ظاہر کرنا۔

دونوں بھائیوں کو قتل کر دیا گیا جب کہ امریکہ میں صیہونی لابی کی بڑھتی ہوئی طاقت کے ساتھ قتل کو جوڑنے کی ہر علمی اور تحقیقاتی کوشش کو ممکنہ طور پر ایک سازشی تھیوری کے طور پر کمزور کیا جا رہا ہے، یہ ایک آسان اصطلاح ہے کہ سوچ کی ایک لکیر کو بھی بند کر دیا جائے جس سے سوالات بیان کیے جاتے ہیں۔ یہ کہ اسرائیل نے امریکہ کی جاسوسی کی اور کم از کم ایک موقع پر 1967 کی عرب اسرائیل جنگ کے دوران بحیرہ روم میں ایک امریکی جاسوسی جہاز پر حملہ کیا، جس میں درجنوں امریکی فوجی ہلاک ہوئے، زیادہ تر عوامی گفتگو سے ائیر برش ہے۔

صدر کینیڈی نے اس سے بھی زیادہ وجوہات کی بنا پر اسرائیلیوں کو شک کی طرف راغب کیا۔ ان میں سے ایک وہ بے مثال خوشامد اور تقرب تھی جس کے ساتھ انہوں نے الجزائر کے سوشلسٹ صدر احمد بن بیلہ کو وائٹ ہاؤس میں مفت وصول کیا تھا

استقبال اس وقت دہرایا گیا جب کینیڈی سوشلسٹ ہندوستانی رہنما جواہر لال نہرو کے استقبال کے لیے ہوائی جہاز کی سیڑھی پر چڑھ گئے۔ اس کے بعد انہوں نے عالمی امن کے لیے اپنی مہم کا آغاز کیا جس نے سوویت رہنما نکیتا خروشیف کے واشنگٹن ڈی سی کے ایک یادگار دورے کو جنم دیا۔ اسے ڈیپ سٹیٹ کی طرف سے ایک اشتعال انگیز اقدام سمجھا گیا۔ حالیہ دنوں میں

deep state. Israel's claim to fame (or notoriety) in India in recent days is the eavesdropping malware it has helped plant in the phones of Modi critics.

Beyond the obvious challenges faced by Priyanka Gandhi in taking on Israel in solidarity with the Palestinians, and away from the fact that a leading victim of Israel-supported eavesdropping in India was Rahul Gandhi, there is the startling fact that Zionism and Hindutva share a common fascist link inspired by Mussolini. While Hindutva's early ideologues bodily lifted the basic organisational lessons from the Duce himself, early Zionists too trained in fascist Italy to wage a violent terror campaign in Palestine.

According to an analysis posted on the US Office of Justice website, in 1929, the Irgun was formed under the leadership of Vladimir Jabotinsky "to assume an offensive terrorist strategy against the Arabs..." Who was Jabotinsky? A Zionist protégé of Mussolini.

The challenge for Priyanka and others fighting for justice for Palestine is therefore complex and requires one to be watchful of the approaching bulldozer, something Rachel Corrie missed.

The writer is Dawn's correspondent in Delhi.
jawednaqvi@gmail.com
Published in Dawn, August 26th, 2025

بھارت میں شہرت (یا بدنامی) کے لیے اسرائیل کا دعویٰ وہ میلوٹر ہے جو اس نے مودی کے ناقدین کے فونز میں پودے لگانے میں مدد کی ہے۔

پریانکا گاندھی کو فلسطینیوں کے ساتھ یکجہتی کے طور پر اسرائیل کا مقابلہ کرنے میں درپیش واضح چیلنجوں سے ہٹ کر، اور اس حقیقت سے ہٹ کر کہ ہندوستان میں اسرائیل کی حملت یافتہ خبروں کا سب سے بڑا شکار راہول گاندھی تھا، یہ چونکا دینے والی حقیقت ہے کہ صیہونیت اور ہندوتوا کا مشترکہ فاشسٹ تعلق مسولینی سے متاثر ہے۔ جہاں ہندوتوا کے ابتدائی نظریات کے ماہرین نے خود ڈیوس سے بنیادی تنظیمی اسباق اٹھائے، وہیں ابتدائی صیہونیوں نے بھی فلسطین میں پرتشدد دہشت گردی کی مہم چلانے کے لیے فاشسٹ اٹلی میں تربیت حاصل کی۔

یو ایس آفس آف جسٹس کی ویب سائٹ پر پوسٹ کردہ ایک تجزیے کے مطابق، 1929 میں، ارگن کی تشکیل ولادیمیر جہوتنسکی کی قیادت میں "عربوں کے خلاف جارحانہ دہشت گردانہ حکمت عملی اختیار کرنے کے لیے کی گئی تھی..." جہوتنسکی کون تھا؟ مسولینی کا ایک صیہونی حامی۔

پریانکا اور فلسطین کے لیے انصاف کے لیے لڑنے والے دیگر افراد کے لیے چیلنج اس لیے پیچیدہ ہے اور اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ قریب آنے والے بلڈوزر سے چونکا رہے، جس سے ریچل کوری نے کمی محسوس کی۔

Enigmatic ties?

Touqir Hussain

The writer, a former ambassador, is adjunct professor, Georgetown University, US.

خفیہ تعلقات؟

توقیر حسین

مصنف، سابق سفیر، منسلک پروفیسر، جارج ٹاؤن یونیورسٹی، یو ایس۔

THE Pakistan-US relationship is an enigma. Just when you think you've solved the puzzle, there's an unexpected twist, like the present uptick in relations, the suddenness of which is as intriguing as its future is hazy.

What is familiar, and new, about the resurgence in ties? There are echoes here of the previous high-profile engagements, ie, they are being conducted at the highest levels with high-sounding rhetoric amid an air of great expectations. The White House and Pakistan's military leadership are the guiding spirit, as they were in the past three peak engagements — the early Cold War period and the two Afghan wars.

The issues and context of relations, however, are both old and new. The arrest by Pakistan early this year of the mastermind of the Abbey Gate bombing at Kabul airport in 2021 demonstrated Islamabad's continued high value as a counterterrorism partner against transnational terrorist groups like IS-K, which threaten the US and global security. The bombing killed 182 people including 13 US soldiers. The security issue is important in domestic politics, and to President Donald Trump's image as a strong leader.

The prospects of enhanced economic ties, especially in oil exploration, mines and minerals, IT and cryptocurrency and the exp-expanded trade promised by the tariff deal form an entirely new area. But Trump's repetition of his offer to mediate on Kashmir has little practical value as India won't accept it. The offer has less to do with

پاکستان امریکہ تعلقات ایک معمہ ہے۔ بس جب آپ کو لگتا ہے کہ آپ نے پہیلی کو حل کر لیا ہے، تو ایک غیر متوقع موڑ آتا ہے، جیسے تعلقات میں موجودہ تیزی، جس کا اچانک ہونا اتنا ہی دلچسپ ہے جتنا اس کا مستقبل دھندلا ہے۔

تعلقات کی بحالی کے بارے میں کیا واقف اور نیا ہے؟ یہاں پچھلی اعلیٰ سطحی مصروفیات کی بازگشت سنائی دے رہی ہے، یعنی وہ بڑی توقعات کی فضا کے درمیان اعلیٰ ترین سطح پر بلند آواز والی بیان بازی کے ساتھ منعقد کی جا رہی ہیں۔ وائٹ ہاؤس اور پاکستان کی عسکری قیادت رہنمائی کرنے والے جذبے ہیں، جیسا کہ وہ ماضی کی تین اہم مصروفیات — ابتدائی سرد جنگ کے دور اور دو افغان جنگوں میں تھے۔

تعلقات کے مسائل اور تناظر البتہ پرانے اور نئے ہیں۔ 2021 میں کابل ہوائی اڈے پر ایہی گیٹ بم دھماکے کے ماسٹر مائنڈ کی اس سال کے اوائل میں پاکستان کی گرفتاری نے IS-K جیسے بین الاقوامی دہشت گرد گروہوں کے خلاف انسداد دہشت گردی کے پارٹنر کے طور پر اسلام آباد کی مسلسل اعلیٰ قدر کو ظاہر کیا، جو کہ امریکہ اور عالمی سلامتی کے لیے خطرہ ہیں۔ اس بم دھماکے میں 13 امریکی فوجیوں سمیت 182 افراد ہلاک ہوئے۔ سلامتی کا مسئلہ ملکی سیاست میں اور صدر ڈونلڈ ٹرمپ کی ایک مضبوط رہنما کے طور پر ایج کے لیے اہم ہے۔

بہتر اقتصادی تعلقات کے امکانات، خاص طور پر تیل کی تلاش، کانوں اور معدنیات، آئی ٹی اور کریپٹو کرنسی اور ٹیرف ڈیل کے ذریعے وعدہ کیا گیا توسیع شدہ تجارت ایک مکمل طور پر ایک نئے علاقے کی تشکیل کرتی ہے۔ لیکن ٹرمپ کی کشمیر پر ثالثی کی اپنی پیشکش کو دہرانے کی کوئی عملی اہمیت نہیں ہے کیونکہ بھارت اسے قبول نہیں کرے گا۔ اس پیشکش کا کشمیر

Kashmir and more to do with his desire to create public goodwill in Pakistan for himself and flaunt his image globally as a peacemaker.

Pakistan must remain alert to Trump's future demands.

A succession of events has led to this quick-fire ignition of the relationship. Pakistan's investment potential had engaged Trump's attention through Steve Witkoff, his foreign policy special envoy, whose son Zach Witkoff is a cofounder of World Liberty Financial, a Trump-backed cryptocurrency. During a trip to Pakistan early this year he spoke of the country's "trillions of dollars" of minerals, and of exciting investment opportunities, linking mineral wealth to cryptocurrency infrastructure.

And then, Pakistan's role in apprehending the Abbey Gate bomber validated the positive impression of influential former Centcom chief Gen Michael Kurilla of Pakistan's geographical position and value as an intelligence and military partner — not just in Afghanistan but also on the margins of the Middle East, especially in the vicinity of Iran and the Persian Gulf. Pakistan's impressive military and diplomatic performance in the four-day war against India added another dimension to this image — that of competence, self-confidence and stability. Field Marshal Asim Munir's meeting with Trump likely cemented the overall favourable impression.

سے کم تعلق ہے اور پاکستان میں اپنے لیے عوامی خیر سگالی پیدا کرنے اور ایک امن ساز کے طور پر عالمی سطح پر اپنا امیج روشن کرنے کی خواہش سے زیادہ ہے۔

پاکستان کو ٹرمپ کے مستقبل کے مطالبات سے چوکنا رہنا چاہیے۔

واقعات کے پلے در پلے تعلقات کی وجہ سے اس تیزی سے آگ بھڑک اٹھی ہے۔ پاکستان میں سرمایہ کاری کی صلاحیت نے ٹرمپ کی توجہ ان کے خارجہ پالیسی کے خصوصی ایجنسی اسٹیوٹ کوٹ کے ذریعے مبذول کرائی تھی، جن کا بیٹا زیک وٹ کوٹ ورلڈ لبرٹی فنانشل کے شریک بانی ہیں، جو ٹرمپ کی حملت یافتہ کریپٹو کرنسی ہے۔ اس سال کے اوائل میں پاکستان کے دورے کے دوران انہوں نے ملک کے "ٹریلین ڈالرز" معدنیات، اور سرمایہ کاری کے دلچسپ مواقع کے بارے میں بات کی، جو معدنی دولت کو کریپٹو کرنسی کے بنیادی ڈھانچے سے جوڑتے ہیں۔

اور پھر، اسی گیت بمبار کو پکڑنے میں پاکستان کے کردار نے سینٹ کام کے بااثر سابق سربراہ جنرل مائیکل کریلا کے پاکستان کی جغرافیائی حیثیت اور انٹیلی جنس اور فوجی شراکت دار کے طور پر قدر کے مثبت تاثر کی توثیق کی۔ نہ صرف افغانستان میں بلکہ مشرق وسطیٰ کے حاشیے پر، خاص طور پر ایران اور خلیج فارس کے آس پاس کے علاقوں میں۔ بھارت کے خلاف چار روزہ جنگ میں پاکستان کی شاندار فوجی اور سفارتی کارکردگی نے اس امیج میں ایک اور جہت کا اضافہ کیا۔ وہ قابلیت، خود اعتمادی اور استحکام۔ فیلڈ مارشل عاصم منیر کی ٹرمپ کے ساتھ ملاقات نے ممکنہ طور پر مجموعی طور پر سازگار تاثر کو مستحکم کیا۔

These developments took place at the confluence of Trump's geopolitics and economic policies that could have favourable implications for Pakistan. In Trump's view, geopolitics matters but is subordinate or adapted to the economic interests of America and the billionaires forming the ruling circles. We saw a glimpse of that at the Alaska summit. America's global primacy still counts but it is more economic and technological, especially in AI.

But Trump knows America can retain its economic primacy only in a globalised economy and there is no global economy without China, Russia and even India. He is involved in a broader effort to "reconfigure global trade, finance and security". And relations with Pakistan may be a small part of that effort, giving him leverage in relations with China and India, where he seeks greater market access. He would like China to agree to a managed global competition with the US.

Leverage is central to Trump's negotiating strategy; all three relationships, with China, India and Pakistan, are in a way being used as cards against each other. Pakistan must watch these developments and remain alert to what Trump may demand in future that could force it to confront painful strategic choices.

In fact, the relationship has become a factor in many of Trump's ongoing manoeuvres, with an uncertain future. And that's not the only factor lending uncertainty to the future of Pak-US ties. Pakistan's rare earth minerals lie at the centre of Washington's new

یہ پیش رفت ٹرمپ کی جغرافیائی سیاست اور معاشی پالیسیوں کے سنگم پر ہوئی جس کے پاکستان کے لیے سازگار اثرات مرتب ہو سکتے ہیں۔ ٹرمپ کے خیال میں جغرافیائی سیاست اہمیت رکھتی ہے لیکن یہ امریکہ اور ارب پتی حکمران حلقوں کی تشکیل کے معاشی مفادات کے ماتحت یا موافق ہے۔ اس کی ایک جھلک ہم نے الاسکا سربراہی اجلاس میں دیکھی۔ امریکہ کی عالمی برتری اب بھی اہمیت رکھتی ہے لیکن یہ زیادہ اقتصادی اور تکنیکی ہے، خاص طور پر اے آئی میں۔

لیکن ٹرمپ جانتے ہیں کہ امریکہ صرف ایک عالمگیر معیشت میں اپنی اقتصادی برتری برقرار رکھ سکتا ہے اور چین، روس اور یہاں تک کہ ہندوستان کے بغیر کوئی عالمی معیشت نہیں ہے۔ وہ "عالمی تجارت، مالیات اور سلامتی کو دوبارہ ترتیب دینے" کی وسیع تر کوششوں میں شامل ہے۔ اور پاکستان کے ساتھ تعلقات اس کوشش کا ایک چھوٹا سا حصہ ہو سکتے ہیں، جو اسے چین اور بھارت کے ساتھ تعلقات میں فائدہ پہنچاتا ہے، جہاں وہ زیادہ سے زیادہ مارکیٹ تک رسائی چاہتا ہے۔ وہ چاہیں گے کہ چین امریکہ کے ساتھ منظم عالمی مسابقت پر راضی ہو۔

بیعانہ ٹرمپ کی مذاکراتی حکمت عملی میں مرکزی حیثیت رکھتا ہے۔ چین، بھارت اور پاکستان کے ساتھ تینوں تعلقات ایک طرح سے ایک دوسرے کے خلاف کارڈ کے طور پر استعمال ہو رہے ہیں۔ پاکستان کو ان پیش رفتوں پر نظر رکھنی چاہیے اور اس سے چوکنا رہنا چاہیے کہ ٹرمپ مستقبل میں کیا مطالبہ کر سکتا ہے جو اسے تکلیف دہ اسٹریٹجک انتخاب کا سامنا کرنے پر مجبور کر سکتا ہے

درحقیقت، غیر یقینی مستقبل کے ساتھ، یہ تعلق ٹرمپ کی جاری کئی چالوں کا ایک عنصر بن گیا ہے۔ اور یہ واحد عنصر نہیں ہے جو پاک-امریکہ تعلقات کے مستقبل کو غیر یقینی بناتا ہے۔ پاکستان کی نایاب زمینی معدنیات واشنگٹن کی نئی توجہ کے مرکز میں ہیں۔ لیکن ایک اقتصادی شراکت دار کے

attraction. But its viability as an economic partner remains untested, because of the security situation in Balochistan and KP, where the critical minerals are located. And Pakistan's economy continues to rely on IMF bailouts and debt rollovers.

Most importantly, a relationship being driven by an individual, especially a leader like Trump, who seeks no institutional support, is precarious. In Trump's world, any country is dispensable. And no policy is sacrosanct. Remember, all previous US engagements with Pakistan have been one-off.

The writer, a former ambassador, is adjunct professor, Georgetown University, US.
Published in Dawn, August 26th, 2025

طور پر اس کی قابل عملیت ابھی تک جانچ نہیں کی گئی، کیونکہ بلوچستان اور کے پی میں سیکورٹی کی صورتحال، جہاں اہم معدنیات واقع ہیں۔ اور پاکستان کی معیشت آئی ایم ایف کے بیل آؤٹ اور قرضوں کے رول اوور پر انحصار کرتی ہے۔

سب سے اہم بات یہ ہے کہ ایک فرد، خاص طور پر ٹرمپ جیسا رہنما، جو کوئی ادارہ جاتی تعاون نہیں چاہتا، کی طرف سے چلایا جا رہا تعلق غیر یقینی ہے۔ ٹرمپ کی دنیا میں کوئی بھی ملک قابلِ تلافی ہے۔ اور کوئی بھی پالیسی مقدس نہیں ہے۔ یاد رہے کہ پاکستان کے ساتھ امریکہ کی تمام سابقہ مصروفیات ایک طرفہ رہی ہیں۔

Solar revolution

Jamil Ahmad

The writer is director of intergovernmental affairs, United Nations Environment Programme.

THE energy industry, as we know it, is driving climate change at full speed. Energy production accounts for over three quarters of global greenhouse gas emissions and nearly 90 per cent of all carbon dioxide emissions that blanket the earth, trapping the sun's heat, raising temperatures, changing weather patterns and disturbing the balance of nature.

While the need to substantially increase the share of renewables is widely accepted, it is also recognised that it will take a long-haul effort to wean the global economy off its

شمسی انقلاب

جمیل احمد

مصنف اقوام متحدہ کے ماحولیاتی پروگرام کے بین الاقوامی امور کے ڈائریکٹر ہیں۔

توانائی کی صنعت، جیسا کہ ہم جانتے ہیں، موسمیاتی تبدیلی کو پوری رفتار سے چلا رہی ہے۔ توانائی کی پیداوار عالمی گرین ہاؤس گیسوں کے اخراج میں تین چوتھائی سے زیادہ اور تمام کاربن ڈائی آکسائیڈ کے اخراج کا تقریباً 90 فیصد ہے جو زمین کو کم کر دیتی ہے، سورج کی تپش کو پھنساتی ہے، درجہ حرارت میں اضافہ کرتی ہے، موسمی نمونوں کو بدلتی ہے اور فطرت کے توازن کو بگاڑتی ہے۔

اگرچہ قابل تجدید ذرائع کے حصہ میں خاطر خواہ اضافہ کرنے کی ضرورت کو بڑے پیمانے پر قبول کیا گیا ہے، لیکن یہ بھی تسلیم کیا گیا ہے کہ عالمی معیشت کو فوسل ایندھن پر انحصار سے نجات دلانے کے لیے اسے ایک

dependence on fossil fuels — a must if the Paris climate accord target of limiting the global temperature rise to 1.5 degrees Celsius above pre-industrial levels is to be realised.

Achieving these targets requires rapid and far-reaching transitions in energy, as well as substantial investments. The IPCC put the annual average investment needed in the energy system at around 2.4 trillion, representing about 2.5pc of global GDP. Post-pandemic, countries still face financial challenges, which are further complicated by geopolitical conflicts in various regions. The Ukraine war caused an energy crisis. Hence, investments in renewables were pushed to the back-burner dampening hopes for a quick green transition.

However, despite these challenges, the tide is gradually turning in support of renewables. Endeavours for transitioning to clean energy have received a big boost, thanks to a strong business sense and market dynamics attracting significant financial flows.

Several factors are changing the trend in favour of renewables.

Several other factors are also changing the trend in favour of renewables, particularly in the solar sector where a sharp decline in prices of photovoltaics or PV panels has made the technology more affordable. In addition, its accessibility in areas beyond the reach of grids and its reliability against the frequent disruptions of grid power, especially in developing countries, has made it an obvious choice.

طویل المدتی کوشش کرنی پڑے گی - یہ ضروری ہے اگر پیس آب و ہوا کے معاہدے کے تحت عالمی درجہ حرارت میں اضافے کو 1.5 ڈگری سیلسیوس تک محدود کرنے کا ہدف صنعتی سطح سے پہلے کی حقیقی سطح سے زیادہ ہے۔

ان اہداف کو حاصل کرنے کے لیے توانائی میں تیز رفتار اور دور رس تبدیلیوں کے ساتھ ساتھ خاطر خواہ سرمایہ کاری کی بھی ضرورت ہے۔ آئی پی سی سی نے توانائی کے نظام میں درکار سالانہ اوسط سرمایہ کاری تقریباً 2.4 ٹریلین رکھی ہے جو کہ عالمی جی ڈی پی کا تقریباً 2.5 فیصد ہے۔ وبائی امراض کے بعد، ممالک کو اب بھی مالی چیلنجوں کا سامنا ہے، جو مختلف خطوں میں جغرافیائی سیاسی تنازعات کی وجہ سے مزید پیچیدہ ہیں۔ یوکرین کی جنگ نے توانائی کے بحران کا سبب بنی اس لیے، قابل تجدید ذرائع میں سرمایہ کاری کو تیزی سے سبز منتقلی کی امیدوں کو کم کرنے کی طرف دھکیل دیا گیا۔

تاہم، ان چیلنجوں کے باوجود، لہر آہستہ آہستہ قابل تجدید ذرائع کی حمایت میں بدل رہی ہے۔ صاف توانائی کی طرف منتقلی کی کوششوں کو بڑا فروغ ملا ہے، ایک مضبوط کاروباری احساس اور اہم مالیاتی ہماؤ کو راغب کرنے والی مارکیٹ کی حرکیات کی بدولت۔

کئی عوامل قابل تجدید ذرائع کے حق میں رجحان کو تبدیل کر رہے ہیں۔

کئی دیگر عوامل بھی قابل تجدید ذرائع کے حق میں رجحان کو تبدیل کر رہے ہیں، خاص طور پر شمسی توانائی کے شعبے میں جہاں فوٹو وولٹک یا پی وی پینلز کی قیمتوں میں زبردست کمی نے ٹیکنالوجی کو مزید سستی بنا دیا ہے۔ اس کے علاوہ، گرڈ کی پہنچ سے باہر کے علاقوں میں اس کی رسائی اور گرڈ پاور کی بار بار رکاوٹوں کے خلاف اس کی قابل اعتمادی، خاص طور پر ترقی پذیر ممالک میں، نے اسے ایک واضح انتخاب بنا دیا ہے۔

A report unveiled by UN Secretary General António Guterres in July outlines the rising graph of renewable energy and its accompanying economic opportunities: clean energy sectors drove 10pc of global GDP growth in 2023 alone, while clean energy jobs now employ almost 35 million people across the world, dwarfing fossil fuel job numbers. Investments in renewables have touched the \$2tr mark for the first time, bringing in their wake millions of new job opportunities. This rate of investment through 2030 will enable the world to meet the target of tripling renewables.

Another report by the global energy think tank Ember shows that solar generation has doubled over the last three years and was the largest source of new electricity generation for the third year in a row. In global renewable production, solar and wind energy together have surpassed the share of hydropower for the first time.

Pakistan's solar sector is also registering sizeable and rapid growth. The UN secretary general's report prominently features Pakistan's solar boom as a prime example of the potential and adaptability of renewables to safeguard energy sovereignty amidst current global challenges.

In the first seven months of 2024 alone, Pakistan imported 12.5 GW of solar panels positioning itself as one of the world's fastest-growing solar markets. With more than 300 days of sunlight annually, the target of renewable energy making 60pc of its energy

جولائی میں اقوام متحدہ کے سیکریٹری جنرل انٹونیو گوٹیرس کی طرف سے منظر عام پر آنے والی ایک رپورٹ میں قابل تجدید توانائی کے بڑھتے ہوئے گراف اور اس کے ساتھ معاشی مواقع کا خاکہ پیش کیا گیا ہے: صاف توانائی کے شعبوں نے صرف 2023 میں عالمی جی ڈی پی میں 10 فیصد اضافہ کیا، جب کہ صاف توانائی کی ملازمتیں اب دنیا بھر میں تقریباً 35 ملین افراد کو ملازمت دیتی ہیں، فوسل فیول کی ملازمتوں کی تعداد کم ہو رہی ہے۔ قابل تجدید ذرائع میں سرمایہ کاری پہلی بار \$2tr کے نشان کو چھو چکی ہے، جس سے روئگار کے لاکھوں نئے مواقع پیدا ہوئے ہیں۔ 2030 تک سرمایہ کاری کی یہ شرح دنیا کو تین گنا قابل تجدید ذرائع کے ہدف کو پورا کرنے کے قابل بنائے گی۔

عالمی توانائی کے تھنک ٹینک ایمبر کی ایک رپورٹ سے پتہ چلتا ہے کہ شمسی توانائی کی پیداوار پچھلے تین سالوں میں دوگنی ہو گئی ہے اور یہ مسلسل تیسرے سال نئی بجلی پیدا کرنے کا سب سے بڑا ذریعہ ہے۔ عالمی قابل تجدید پیداوار میں، سولر اور ونڈ انرجی نے مل کر پہلی بار ہائیڈرو پاور کے حصہ کو پیچھے چھوڑ دیا ہے۔

پاکستان کا سولر سیکٹر بھی قابل ذکر اور تیزی سے ترقی کر رہا ہے۔ اقوام متحدہ کے سیکریٹری جنرل کی رپورٹ میں موجودہ عالمی چیلنجوں کے درمیان توانائی کی خود مختاری کے تحفظ کے لیے قابل تجدید ذرائع کی صلاحیت اور موافقت کی ایک اہم مثال کے طور پر پاکستان کی شمسی توانائی کو نمایاں کیا گیا ہے۔

صرف 2024 کے پہلے سات مہینوں میں، پاکستان نے 12.5 گیگا واٹ کے سولر پینلز درآمد کیے جو خود کو دنیا کی سب سے تیزی سے ترقی کرنے والی شمسی منڈیوں میں سے ایک قرار دیتا ہے۔ سالانہ 300 دن سے زیادہ سورج کی روشنی کے ساتھ، قابل تجدید توانائی کا ہدف 2030 تک اپنے توانائی کے مرکب کا 60 فیصد بنانے کے قابل نظر آتا ہے۔ تاہم، شہری اور دیہی بجلی

mix by 2030 looks reachable. However, a stark urban-rural electrification divide highlights the need for urgent action to prioritise off-grid solutions. Policy interventions are badly needed to ensure that the benefits of the solar revolution are also shared with the more than 40m people still living without access to electricity in rural Pakistan.

While acceleration in solar generation is expected to continue and bring environmental and economic benefits, the UN chief's report also points to the imbalance in investments. He notes that "since the Paris Agreement entered into force in 2016, less than one out of every five dollars invested in clean energy has gone to developing countries". In 2024, they received just 15pc of global clean energy spending. Africa, home to a fifth of the world's population and 85pc of the global population without electricity access, received a mere 2pc of the global total.

Leaving behind such a large number of people in darkness and poverty is not in sync with the spirit of the SDGs, nor will it help achieve sustainable development for all by 2030. This energy divide can only be narrowed by a balanced and broad-based clean energy investment plan for developing countries, with contributions from the private sector. The leading economies of the G20, accounting for 80pc of global carbon emissions, must lead the way at the upcoming COP30 for bridging climate funding gaps.

کی تقسیم آف گروڈ حل کو ترجیح دینے کے لیے فوری کارروائی کی ضرورت کو اجاگر کرتی ہے۔ اس بات کو یقینی بنانے کے لیے پالیسی مداخلتوں کی سخت ضرورت ہے کہ شمسی انقلاب کے ثمرات بھی پاکستان کے دیہی علاقوں میں بجلی تک رسائی کے بغیر زندگی گزارنے والے 40 ملین سے زیادہ لوگوں کے ساتھ شیئر کیے جائیں۔

جب کہ شمسی توانائی کی پیداوار میں تیزی کے جاری رہنے اور ماحولیاتی اور اقتصادی فوائد کی توقع ہے، اقوام متحدہ کے سربراہ کی رپورٹ سرمایہ کاری میں عدم توازن کی طرف بھی اشارہ کرتی ہے۔ وہ نوٹ کرتے ہیں کہ "جب سے 2016 میں پیرس معاہدہ نافذ ہوا ہے، صاف توانائی میں لگائے گئے ہر پانچ ڈالر میں سے ایک ڈالر ترقی پذیر ممالک کو گیا ہے۔" 2024 میں، انہیں عالمی صاف توانائی کے اخراجات کا صرف 15 فیصد ملا۔ افریقہ، جہاں دنیا کی آبادی کا پانچواں حصہ ہے اور عالمی آبادی کا 85 فیصد بجلی تک رسائی سے محروم ہے، نے عالمی کل کا محض 2 فیصد حاصل کیا۔

اتنی بڑی تعداد میں لوگوں کو اندھیرے اور غربت میں چھوڑنا ایس ڈی جی کی روح کے مطابق نہیں ہے، اور نہ ہی یہ 2030 تک سب کے لیے پائیدار ترقی کے حصول میں مدد دے گا۔ توانائی کی اس تقسیم کو صرف ترقی پذیر ممالک کے لیے ایک متوازن اور وسیع البنیاد صاف توانائی کی سرمایہ کاری کے منصوبے سے ہی کم کیا جاسکتا ہے، جس میں نجی شعبے کے تعاون شامل ہیں۔ G20 کی سرکردہ معیشتیں، جو کہ عالمی کاربن کے 80 فیصد اخراج کا حساب رکھتی ہیں، کو آئندہ COP30 میں موسمیاتی فنڈنگ کے فرق کو پورا کرنے کے لیے راہنمائی کرنی چاہیے۔

Tuesday

26 August

DAWN

03410280618

The writer is director of intergovernmental affairs, United Nations Environment Programme.

Published in Dawn, August 26th, 2025



Get Daily Vocabulary, Current Affairs, Dawn Editorial And Opinion With Urdu Translation, Dawn Newspaper, Magazine WhatsApp 03410280618